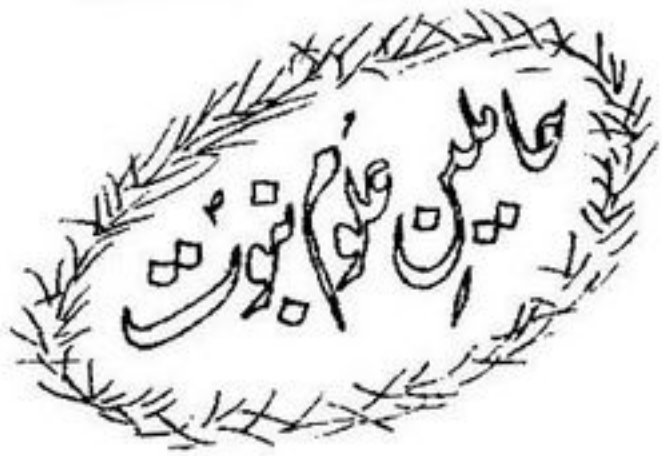




مقام اور ذمہ داریاں

۲۲ شوال ۱۳۸۶ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں تعلیمی سال کا افتتاح ہوا۔ طلبہ اور اساتذہ کے اس بھاری مجمع میں حضرت شیخ الحدیث مظلہ نے جو خطاب فرمایا وہ افادہ عام کی خاطر پیش ہے۔ ادارہ

محترم بھائیو! آپ ایک عظیم مقصد کی خاطر یہاں تشریف لائے ہیں، اور وہ مقصد ہے حفاظت و خدمتِ دین، جس کا ذریعہ یہ ہے جو آپ نے اختیار کیا، کہ کلام اللہ اور احادیثِ

رسول اللہ اور اس سے مستنبط اور مستخرج مسائل اور علوم حاصل کریں۔ پھر ان مسائل معلومہ پر عمل کریں اور احاطہ دارالعلوم سے باہر نکل کر اسکی اشاعت اور حفاظت میں لگ جائیں۔

اس عظیم مقصد کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عتبی منزلت و مرتبت ہے، اتنی کسی اور چیز کی نہیں۔ دنیا کا رجحان تیزی سے مادیت کی طرف بدل رہا ہے۔ مگر آپ لوگ دنیوی مفادات اور دنیوی تعلیم کے لئے اپنی زندگی وقف نہیں کر رہے کہ علم حاصل کر کے سائنسدان، انجینئر یا ڈاکٹر اور کوئی افسر و عہدہ دار بنیں گے، بلکہ یہاں کے تمام طلبہ اور اساتذہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ دین کی اشاعت و حفاظت کی جائے، کیونکہ اس دورِ الحاد و فتن میں اسلام پر نہ صرف کفار و اعداء کے حملے ہیں بلکہ ان سے اشد اور زیادہ موثر حملے اس نام نہاد مسلمانوں کے ہونے سے ہو رہے ہیں جو اسلام کی خیر خواہی کے نعرے لگا لگا کر اسلام کی بیخ کنی پر کمر بستہ ہیں۔ اور تاریخ اسکی گواہ ہے کہ کفار کی سازشوں سے اسلام کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا نام نہاد مسلمانوں کے مابراستین جماعتوں سے پہنچا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کے وقت ابن سباؓ کے جو فتنے برپا ہوئے بظاہر اہل بیت کی وفاداری اور خیر خواہی کے نام سے مسلمان کہلانے والوں کے ذریعہ سے شروع ہوئے، وہ سمجھ گئے تھے کہ یہودیت کے رنگ میں اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو اسلام کی خیر خواہی کا رنگ اختیار کیا اور وفاداری کا لبادہ اوڑھ کر سب کچھ کیا گیا اور

اب تک وہ حق پہل رہے ہیں۔

بھائیو! ایسے وقت میں خدا نے آپ کو علم سکھانے کی خاطر یہاں جمع ہونے کی توفیق دی جبکہ یہ معلوم ہے کہ فراغت کے بعد کوئی پوچھنے والا نہیں، نہ دنیا کی نظروں میں بے دینی کی وجہ سے تمہارا کوئی مقام ہوگا۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مقصد آپ کا صرف دین کا سیکھنا اور سکھانا اور پھر لوگوں تک اس کو پہنچانا ہے۔ اور یہ محض دین کے ان خدام میں شامل ہونا ہے، جن کی طرف اشارہ اللہ تعالیٰ نے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ میں فرمایا کہ دین کی حفاظت کا ذریعہ تم لوگوں کو بنا دیا۔ بادشاہ خود کوئی کام نہیں کرتا، اسباب کے عالم میں اپنے اعتمادی دیانتدار اور وفادار خدام کے ذریعہ کروا دیتا ہے۔ تو بظاہر حفاظت دین کی یہی شکل ہے کہ کروڑوں بندوں میں پھر اس پُرفتن زمانہ میں چند بوسیدہ اور مفلوک الحال فقراء عباد کو دین کو اصل شکل میں حاصل کرنے کی توفیق دے۔ یہ خداوند کریم کے وعدہ حفاظت دین انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کا ظہور ہے۔ کہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ دین اپنی اصل شکل میں کہاں ہے؟ اور رسول کریم کے زمانہ میں ایک مسئلہ اور ایک بزمیہ کا کیا حکم تھا اگر ضرورت پڑے تو ایک پچھٹے پرانے لباس والا گناہ طالب العلم دنیا کے کسی دور افتادہ گوشہ سے بھی اٹھ کر بتلائے کہ وہ دین وہ مسئلہ جو حضور کے زمانہ میں تھا آؤزیہ قدرت کی ایک عجیب گمان عادت چلی آرہی ہے۔ کہ اب تک اسلام کی حفاظت عموماً مفلوک الحال اور بے وسائل طبقہ ہی سے کرائی گئی۔ نہ تو دولت اسکی پشت پناہ بنی اور نہ حکومت و طاقت، اگر ایسا ہوتا اور کالجوں کی عظیم عمارت، بھاری مصارف اور خوبصورت اور صحت مند جوانیاں اس راہ میں لگتیں تو لوگ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کو ان ظاہری اسباب، دولت اور قوت کا کرشمہ قرار دیتے مگر الحمد للہ آج اسلام اصلی شکل پر تمام بغیر وسائل و ذرائع کے اپنی حقانیت کے بل بوتے پر درخشاں ہے اور انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کا نمایاں ثبوت پیش کر رہا ہے۔

آج عیسائیت دنیا میں گو اپنی صحیح صورت میں نہیں پھر بھی اگر کچھ نام اس کا لیا جاتا ہے، تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی پشت پر مشنریاں ہیں، کروڑوں روپے ہیں اور پھر شراب و عورت اور دوسری خرافات کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کہہ دے سب کچھ اسے مل جائے گا، یہ تو اچھا خاصہ خرافات پر رہی کرنے کا ایک آلہ ہے مگر اسلام کی پشت پر یہ سب کچھ نہ تھا اور نہ اب ہے تاکہ کسی کو کہنے کا موقع نہ ملے۔ غرض علم دین کیلئے آپ لوگوں کا انتخاب خدا کا کرم و احسان ہے۔ ہمارے عوام پر احسان ہونا چاہئے نہ حکومت پر نہ کسی اور پر اور نہ خدا اور اسلام پر بلکہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور ہمیں اس نعمت پر اس کے آگے ہر وقت سر بسجود رہنا چاہئے کہ ہمیں اس نے اپنے

اور اپنے رسول کے کلام قرآن مجید بخاری شریف اور ترمذی کے پڑھنے پڑھانے کی توفیق عطا فرمائی۔

قل لا تمنا علی اسلامکم بل اللہ یمت علیکم ان ھذا کمال ایمان۔ (تم میرے اوپر اپنا اسلام نہ جلاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ایمان کی طرف)۔ جب مقصد عزیز اور عظیم ہے تو ایک مقصد جلیلہ میں کامیابی اور اونچا مقام حاصل کرنے کیلئے بڑی جدوجہد قربانی، حوصلہ، صبر اور کوششیں درکار ہوتی ہیں۔ دنیا کی نگاہ میں صدارت، وزارت، کمانڈر انچیف ہونا ایک مقام ہے اور بڑی کامیابی ہے۔ لکھ پتی اور کروڑ پتی بننا ایک عظیم مقصد ہے تو اس کے حصول کیلئے وہ لوگ شب و روز جدوجہد کرتے ہیں، قیدیں کاٹتے ہیں، طرح طرح کی اذیت سہتے ہیں اور سو میں ننانوے اکثر ناکام ہو کر بھانسی ہو جاتے ہیں۔ یہ دنیا کے ایک حقیر مقصد کیلئے سعی کا حال ہے، کہ کبھی اس راہ میں بھوکے کبھی پیاسے، کبھی مر گئے اور کبھی پہنچ گئے۔ اور جس کا کوئی بڑا مقصد نہ ہو تو جہاں دو چار آنے کی مزدوری ملی چنے خرید کر پیٹ بھر لیا۔ ایسا شخص مقاصد جلیلہ والے آرام و راحت کو نہیں پہچانتا۔ تو آپ کے

یہ سچ ہیں۔ آپ اپنے آپ کو کم تر نہ

یہ سچ ہے۔ یہ گدڑیوں میں بیٹھتے

سے زیادہ وقیع ہیں۔ ایک

حدیث رسول کا طالب علم

کہتی ہے اللہ کے

عزیز ہے۔

ان کی قسم کو پورا فرمادیتے ہیں۔

تو چاہے وہ کس قدر عظیم و مشکل کام

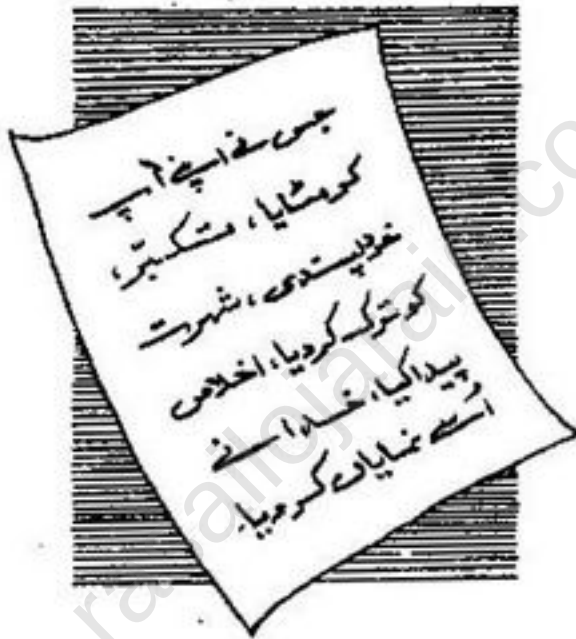
تاکہ خداوند کریم کا وہ بندہ بھوٹا ثابت نہ ہو۔

(بسا اوقات ایک پرانگندہ حال گرد آلود شخص (جو بظاہر کوئی وقعت نہ رکھے مگر اللہ کی نگاہ میں اس کا مقام ایسا ہوتا ہے) کہ اگر خدا کی قسم اٹھائے کسی بات کی تودہ پوری فرمالیتا ہے) بخاری شریف میں ہے، آپ پڑھیں گے کہ ایک عورت پر دعویٰ ہوا۔ عورت کے رشتہ داروں نے دیت دینے اور مصالحت کی سعی کی مگر مدعی راضی نہ ہوا۔ حضورؐ نے قصاص کا فیصلہ دیا، کتاب اللہ القصاص اللہ کا حکم تو قصاص ہی ہے۔ صحابیؓ کے منہ سے یہ بات نکلی کہ اللہ تعالیٰ میری بہن کا دانت نہیں ترڈوائے گا۔ حضورؐ نے تبسم فرما کر کہا کہ قانون تو یہی ہے کہ قصاص لیا جائے آگے قلوب خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ بس انقلاب آیا اور مدعی نے فوراً اسے معاف کر دیا۔



فے الدین ولینذواقومهم اذارجعوا الیہم لعلہم یحذرون۔ جس چیز میں خلوص نہ ہو نمائش اور نام و نمود ہو اس میں ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ امام سلم نے لکھا ہے کہ ایک مبتدع کیلئے ممکن ہے کہ اسکی زندگی میں کچھ چرچا اور شہرت ہو جائے، مگر زمانہ گزرنے کے ساتھ اس کا نام اور اس کا کام مٹ جاتا ہے، اور علماء حق وائمہ ہدیٰ پر جتنی بھی مدت گزرے اتنا ہی ان کا فیض اور ان کی مقبولیت بڑھتی جائے گی۔ گندم کا دانہ جب باہر ہے، اس میں نمود ہے تو کچھ بھی نہیں، مٹی میں دب جائے، نمائش ختم ہو جاتی ہے تو دس دن بعد اسکی کونپلیں نکل آتی ہیں اور برگ و بار سے آتا ہے۔ جس نے اپنے آپ کو مٹایا، تکبر، خود پسندی، شہرت کو ترک کر دیا، اخلاص پیدا کیا، خدا نے اسے نمایاں کر دیا، گو اس کا ارادہ ایسا نہ ہو مگر خلوص کے اعمال کا طبعی نتیجہ یہی ہے۔ خدا تمہارے خلوص کا خفیہ سے خفیہ عمل ثمر آور بنا دے گا۔

اللہ تیرے دین کو فتنوں کے دشمنوں کی یلغار ہے، تیری اس راہ میں زندگی لگاتا ہوں۔ تقویٰ ہے کہ یہ علم کی دولت ڈرنے والوں کو نصیب ہو سکتی استاد امام دکیچ کو اپنے کی، انہوں نے نسخہ بتلادیا کہ یہ گنہگاروں کو حاصل نہیں ہو کے منکرات اور معاصی سے



دل میں خلوص پیدا کر دے اے سیلاب نے آگیرا ہے رضا اور تیرے دین کی خاطر ہی — دوسری چیز اس راہ میں تقویٰ اور خدا تعالیٰ کے ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت علم خدا کا فضل عظیم ہے، اور لکھا جب تک کہ وہ ہر قسم

اجتناب نہ کریں

فاد صافی الی ترک المعاصی

شکوت الی دکیچ سور حفظی

وفضلہ اللہ لایعطی المعاصی

فان العلم فضل من اللہ

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پہلی صفت حیوة (زندگی) ہے اور دوسری ادنیٰ صفت علم ہے، اب اس علم کا مظہر خداوند کریم ہیں تب بنائے گا کہ نافرمانی نہ ہو کم از کم جذبہ تو قمر اور معصیت کا نہ رکھیں۔ اگر بمقتضائے بشریت غلطی ہو بھی جائے تو فوراً توبہ کر لیں، اور جب علم جیسی صفت خداوندی سے آپ مالا مال ہونگے تو ناممکن ہے کہ آپ کی نظر دنیا کی بہا و منزلت کی طرف اٹھے، کہ مال تو محد سے کی روزانہ گلے سڑنے اور متغیر ہونے والی چیز ہے۔ خدا نے آپ کو اپنا نمائندہ بنایا کہ میری صفت کے حامل بنو اسے

دنیا میں پھیلا دو، اور اگر تم مال و دولت، ظلم و معصیت کے علمدار بن جاؤ تو یہ کتنی ناشکری ہوگی۔ ایک عالم کے جاہل ہونے کیلئے یہی کافی ہے، کہ علم کی وجہ سے اس میں غرور پیدا ہو اور عالم بننے کیلئے یہی کافی ہے کہ اس میں تقویٰ اور عاجزی پیدا ہو جائے۔ غرض ہذبہ تقویٰ اور پسینہ گاری علم کی اولین شرائط میں سے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ علم ہو اور خدا کا خوف نہ ہو۔ اس تقویٰ کی اولین شرط نماز باجماعت ہے۔ اگر طالب علمی میں کوئی نماز باجماعت نہ پڑھ سکے تو سمجھے کہ تقویٰ ختم ہے، اول تو کافر اور مسلمان کے درمیان فرق صرف صلوٰۃ ہے۔ تمام کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ ترک صلوٰۃ ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک تو تارک صلوٰۃ مباح الدم ہے۔ (اس کا خون مباح ہو جاتا ہے) امام بخاریؒ کا رجحان بھی ادھر ہی ہے کہ اقیو الصلوٰۃ دلائل کونوا من المشرکین۔ (نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے مت بنو)۔ اگر ایک مسلمان غربت کی وجہ سے زکوٰۃ بھی نہ دے سکے چچ پر بھی نہ جاسکے اور نماز بھی نہ پڑھے تو ارکان اسلام میں اس کے پاس کیا رہ جاتا ہے۔ اس لئے ہم مساکین کے لئے نماز باجماعت ہی تقویٰ کی نشانی ہے۔ دوسری چیز جس پر توجہ دلائی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگ ابھی سے اختلافی مسائل میں نہ پڑیں، نہ اس پر وقت ضائع کریں۔ امام ابو حنیفہؒ اپنے شاگردوں کو من جملہ دیگر بھی فرمایا کرتے تھے کہ وطن مبارک اختلافی مسائل میں بحث کا آغاز نہ کیا کرو۔ اگر کوئی تم سے میرا مسلک پوچھے تو اکیلا میرا مسلک نہ بیان کیا کرو بلکہ دیگر ائمہ اور علماء کے اقوال کے ساتھ فہمنا میری رائے بھی پیش کر دیا کرو۔ اور وہاں کے پرانے علماء سے اچھے سلوک کا مظاہرہ کیا کرو۔

اور مباحثوں

ایک عالم کے جاہل ہونے کے لئے
یعنی خلاف ہے کہ علم کی وجہ سے اس میں
غرور پیدا ہو اور عالم بننے کیلئے یہی کافی ہے کہ اس میں تقویٰ اور عاجزی پیدا ہو۔

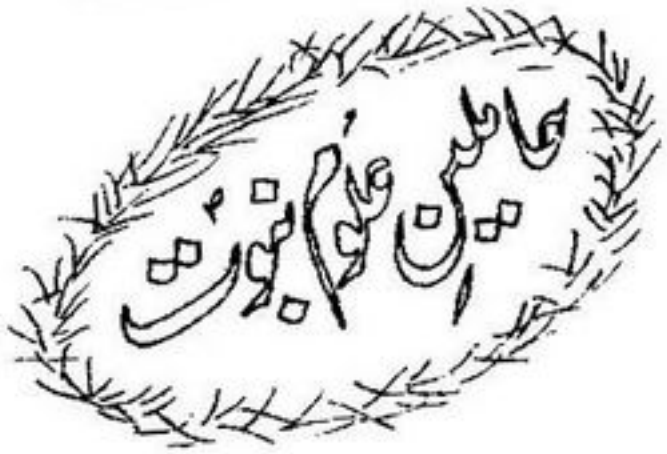
کہ جبے ہوئے علماء جو پہلے سے وہاں ہیں ان کی وقعت لوگوں کے قلوب میں اپنی خدمت کی بناء پر آپ لوگوں سے زیادہ ہوگی، خواہ تمہارے ساتھ دسیوں سذات ہوں۔ مگر ان کے قدم جبے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اگر تم نے مخالفت کی فضا بنا دی تو دین کی خدمت کس طرح کر سکو گے؟ نیز یہ کہ اب تک انہی ائمہ و علماء نے اسلام کے مخالفین کے مقابلہ میں شعائر دین کی حفاظت کی انگریز کے دور استبداد میں نہایت کس پرسی سے چند ٹکڑوں پر گزران کیا اور دین کو سینہ سے لگائے رکھ کر ہم تک پہنچایا، ان کی بے حرمتی نہ کریں ان کی قدر کریں۔

امام ابو حنیفہؒ نے اپنے تلامذوں کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ اگر وقت سے پہلے مسجد نہ جاسکو تو اذان کے بعد تو بلا تاخیر مسجد پہنچ جایا کرو۔ یہ عوام جو اپنے خویش و اقارب کو بلا غرض روٹی نہیں

دیتے ان کو کیا پڑھی ہے کہ تہا ری تمام ضروریات کا انتظام کرتے ہیں۔ کچھ نہیں صرف ان کا حسن ظن ہے کہ یہ لوگ دین کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اگر ہم خود اس دین پر عمل نہ کریں گے اور آپس کی جنگ و جدال میں مشغول ہوں گے تو ان لوگوں کے دلوں میں کیا وقعت رہے گی اگر تم چاہو کہ لوگوں کے سامنے صحیح مسائل اور صحیح دین پیش کرو، تو صرف اس سے کام نہیں بنے گا، جب تک مسئلہ بیان کرنے والا خود اس پر عامل نہ ہو، اس دین کا عملی نمونہ نہ ہو، عوام اُسے دیندار نہ سمجھیں گے، صلوٰۃ عماد الدین اور بنیاد ہے، جب تک تم میں نماز کی پابندی نہ ہوگی دین کی بنیاد ہی نہ ہوگی تو کیا ہوا میں دین کی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے۔؟

غرض دین اور علم دین کی راہ میں ہماری معمولی غفلت اور کوتاہی کا وبال آنے والی نسلوں پر پڑ سکتا ہے۔ اور اگر ہم نے مقصد کو پہچانا اور اس کی راہ کی نزاکتوں کا خیال رکھا تو دین کی امانت آنے والی نسلوں تک پہنچا سکیں گے۔ خدا تعالیٰ ہمیں صحیح علم اور صحیح فہم کی توفیق دے۔ علم دین کے حصول کے لئے ایک اہم چیز ادب ہے۔ شیخ اور استاد کا ادب، علم اور کتاب کا ادب، اسلاف اور اکابر کا ادب گویا حصول علم کی راہ ہے۔ حکمت و معرفت اور علم و فیض حاصل کرنے کی وہی صورتیں ہیں کہ یا تو عاشق بن جاؤ یا معشوق، یا محب بنو یا محبوب تب کام ہوگا۔ پھر ان دونوں صورتوں میں عاشق اور محب بن جانا فیض حاصل کرنے کے لئے زیادہ موثر ذریعہ ہے بہ نسبت محبوب بن جانے کے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے جتنا فیض پایا اوروں کو اتنا نہ پہنچا۔ حضرت حسینؓ اور حسنؓ کو ابوبکر صدیقؓ جتنا فیض نہ پہنچا وہ اولادِ سمائی و روحانی تھے۔ اور بوجہ اولاد ہونے کے بے حد شفقت و محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے تھی۔ جگر گوشہ رسول اور سید اشباب اہل الجنۃ ہیں، محبوبیت انہیں حاصل تھی مگر حضرت صدیقؓ محب اور عاشق بنے۔ جتنی فدائیت اور جان نثاری ان میں تھی سب کچھ حضورؐ پر نثار کر دیا۔ اور حضورؐ نے انہیں امن الناس کہا (یعنی مجھ پر تمام لوگوں سے بڑھ کر احسان کرنے والا) مرض وفات میں حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ میں نے ہر کسی کے احسانات کا بدلہ چکا دیا ہے، سوائے ابوبکرؓ کے کہ ان کا بدلہ قیامت میں چکاؤں گا۔ تو یہ فیض تھا اس جان نثاری کا کہ جو بھی سخت سے سخت موقع آیا حضرت صدیقؓ سینہ سپر ہو کر حضورؐ کے ساتھ رہے۔ غار ثور، ہجرت، مکہ معظمہ کی زندگی ہو یا مدینہ منورہ کی۔ ان فضائل اور قربانی ہی کی وجہ سے اہل السنۃ کا عقیدہ ہے کہ تمام امتوں میں حضور اقدسؐ اور پیغمبروں کے بعد حضرت صدیقؓ کا درجہ اور مقام ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ آپ کو معلوم ہے، حضرت یوسفؑ



مقام اور ذمہ داریاں

۲۲ شوال ۱۳۸۶ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں تعلیمی سال کا افتتاح ہوا۔ طلبہ اور اساتذہ کے اس بھاری مجمع میں حضرت شیخ الحدیث مظلہ نے جو خطاب فرمایا وہ افادہ عام کی خاطر پیش ہے۔ ادارہ

محترم بھائیو! آپ ایک عظیم مقصد کی خاطر یہاں تشریف لائے ہیں، اور وہ مقصد ہے حفاظت و خدمتِ دین، جس کا ذریعہ یہ ہے جو آپ نے اختیار کیا، کہ کلام اللہ اور احادیث

رسول اللہ اور اس سے مستنبط اور مستخرج مسائل اور علوم حاصل کریں۔ پھر ان مسائل معلومہ پر عمل کریں اور احاطہ دارالعلوم سے باہر نکل کر اسکی اشاعت اور حفاظت میں لگ جائیں۔

اس عظیم مقصد کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عتبی منزلت و مرتبت ہے، اتنی کسی اور چیز کی نہیں۔ دنیا کا رجحان تیزی سے مادیت کی طرف بدل رہا ہے۔ مگر آپ لوگ دنیوی مفادات اور دنیوی تعلیم کے لئے اپنی زندگی وقف نہیں کر رہے کہ علم حاصل کر کے سائنسدان، انجینئر یا ڈاکٹر اور کوئی افسر و عہدہ دار بنیں گے، بلکہ یہاں کے تمام طلبہ اور اساتذہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ دین کی اشاعت و حفاظت کی جائے، کیونکہ اس دورِ الحاد و فتن میں اسلام پر نہ صرف کفار و اعداء کے حملے ہیں بلکہ ان سے اشد اور زیادہ موثر حملے اس نام نہاد مسلمانوں کے ٹوٹے سے ہو رہے ہیں جو اسلام کی خیر خواہی کے نعرے لگا لگا کر اسلام کی بیخ کنی پر کمر بستہ ہیں۔ اور تاریخ اسکی گواہ ہے کہ کفار کی سازشوں سے اسلام کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا نام نہاد مسلمانوں کے مابراستین جماعتوں سے پہنچا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کے وقت ابن سبا کے جو فتنے برپا ہوئے بظاہر اہل بیت کی وفاداری اور خیر خواہی کے نام سے مسلمان کہلانے والوں کے ذریعہ سے شروع ہوئے، وہ سمجھ گئے تھے کہ یہودیت کے رنگ میں اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو اسلام کی خیر خواہی کا رنگ اختیار کیا اور وفاداری کا لبادہ اوڑھ کر سب کچھ کیا گیا اور

مولانا محمد اسحاق صاحب شاید ان جیسے حافظہ ذہانت کے مالک نہ تھے مگر شیخ سے جو گردیدگی اور عشق تھا اس کے ثمرہ میں ان کا فیض دنیا میں جاری ہوا۔

اس طرح ہمارے استاذ الاساتذہ حجت الاسلام مولانا قاسم نانوتوی باقی دیوبند کے شاگردوں میں مولانا فخر الحسن گنگوہی اور مولانا احمد حسن امروہی جیسے یگانہ روزگار علماء اور ممتاز اذکیاء تھے، بے حد معنی اور ذہین حضرات تھے اور حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود الحسن قدس سرہ العزیز کی نسبت اتنے ذہین نہ تھے، مگر شیخ الہندؒ میں اپنے استاد کا عشق اور محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جان نثاری کے پکڑتے تھے کہ ایک رات حضرت نانوتویؒ نے دیوبند میں ہاتوں ہاتوں میں نانوتہ کے اپنے کسی مریض کا ذکر کیا کہ معلوم نہیں ان کی کیا حالت ہوگی؟ حضرت شیخ الہندؒ بجز ناز و نعم کے پروردہ امیر گھرانے کے نور عمر بچے تھے یہ بات دل میں ڈال دی اور رات کو چپکے سے جب کہ برسات کی راتیں تھیں۔ شدید تاریکی میں پیدل دیوبند سے ۸ کوس دور نانوتہ روانہ ہوئے، راستہ سانپ، بچھو اور ہر طرح کے خطرات سے پڑتھا۔ نانوتہ پہنچ کر مریض کا حال معلوم کیا اور پھر اسی رات دیوبند واپس ہوئے اور طلوع صبح کے وقت دیوبند پہنچے صبح کی نماز کے بعد حضرت نانوتویؒ کو مریض کا حال سنایا، والد مولانا ذوالفقار علی صاحب تمام رات انکی تلاش میں رہے یہ ان کے ادب اور خدمت کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، زندگی بھر استاذ کے ساتھ رہے۔ اس ادب اور کمال محبت کا ثمرہ یہ ہوا کہ تمام عالم کو حضرت شیخ الہندؒ کا فیض پہنچا۔ آج برصغیر پاک و ہند ہو یا ایران افغانستان ہو، برما ہو یا افریقہ، جہاں بھی حدیث رسول کا فیض اور سلسلہ جاری ہے اس کا سرا براہ راست یا بالواسطہ حضرت شیخ الہندؒ سے ملتا ہوا پائیں گے۔ شیخ الہندؒ شیخ العالم بن گئے، اپنے استاد کے مسلک اور مرضی کے مطابق تمام عمر خرچ کیا۔ علمی فیض اور برکت کے علاوہ جہاد اور قربانیوں میں بھی سب سے آگے رہے۔

پھر ان سے نیچے حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے تلامذہ کا حال دیکھئے شاگردوں میں حضرت علامہ شاہ اند شاہ کشمیری مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ، مولانا عبید اللہ سندھی، حضرت حافظ عبد الرحمن امروہوی جیسے اکابر اور ایک سے ایک ذہین، جامع کمالات کہ ہر ایک دین کا ستون ہے۔ ہر ایک سے علم اور دین کے چشمے جاری ہوئے۔ مگر حدیث کا جو فیض اور افادہ ہمارے استاذ اور مرشد حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے ذریعہ ہوا اسکی نظیر نہیں ملتی۔ آج برصغیر اور بیرون مالک میں ہزاروں تلامذہ کے ذریعہ ان کا فیض جاری ہے۔ حافظہ اور ذہانت میں ان سے بڑے بڑے حضرات بڑھے ہوئے تھے مگر اپنے شیخ کی محبت اور جان نثاری جو ان میں تھی اسکی

مثال نہیں تھی۔ عمر بھر وفا شعار غلام اور عاشق بنے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس راہ میں اپنے اپنی اولاد اپنی بیوی اور والدین کی جدائی تک برداشت کی، انکی وفات کی اطلاعیں پہنچیں مگر نالٹا کی جیل میں اپنے استاد کی رفاقت ترک نہ کی، ادب محبت اور نیاز مندی کا کوئی نمونہ نہ تھا جسے قائم نہ فرمایا۔ اور اسی تعلق خاص اور محبت و خدمت کے ثمرہ میں اپنے شیخ کے علوم اور فیض کا مورد بنے۔ آج عالم اسلام میں بلاشبہ ہزاروں مراکز اور شیوخ حدیث کے سلسلے حضرت مدنی سے بلا واسطہ یا بالواسطہ جاری ہیں۔ تصرف و ارشاد کا جو فیض جاری ہوا وہ اس کے علاوہ جہاد اور قربانیوں کی شکل میں مختلف حیثیتوں سے جو فوائد و برکات دین کو پہنچے وہ اس سے الگ۔

غرض یہ سب ادب، محبت اور عاشق بننے کے نتائج ہیں۔ اگر اساتذہ اور شیوخ سے محض رسمی تعلق ہو کہ درس گاہوں میں انہیں اجیر سمجھ کر رہے، کتاب ختم کی تو چلے گئے تو اس علم کی کوئی حرکت نہ ہوگی۔ افسوس کہ آج یہ چیزیں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ اساتذہ اور شیوخ سے رابطہ نہیں رہتا حالانکہ انبیاء اولیاء، شیوخ طریقت سے اپنے متبعین شاگرد اور مریدین کو بھی جو فیض ہوا وہ عاشق، فدائی اور جان نثار بن کر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح ادب اور محبت کی توفیق عطا فرماوے۔ و آخر دعوانا

الحمد لله رب العالمین۔

ادارۃ الحق حسب ذیل حضرات کا تہ دل سے ممنون ہے جنہوں نے پچھلے دنوں اپنے حلقہٴ رسوخ میں سے نئے خریدار تہیہ فرما کر اس دینی تبلیغ کے فروغ و اشاعت میں حصہ لیا۔ جزاہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین۔

جناب مولوی عزیز الرحمن متعلم دارالعلوم کراچی (دش خریدار) جناب معراج محمد صاحب پشاور (۴ خریدار)
 جناب الملح انعام احمد صاحب مردان (۲ خریدار) جناب قادری محمد اسلم صاحب بلوچستان (ایک خریدار) جناب الحاج محمد نعیم ہاشمی ڈرامیٹک ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول رستم (ایک خریدار) جناب عنایت اللہ صاحب سفیر دارالعلوم حقانیہ (۴ خریدار)
 جناب حافظ محمد حسین کینالوی مدرس کاشف العلوم کوٹ پتھیا س (ایک خریدار) جناب محمود الحق صاحب حقانی (ایم۔ ایس۔ سی آنرز)
 پشاور نیرسٹی (۲ خریدار) جناب مولانا فتح الجمیل صاحب لائل پور (ایک خریدار) جناب مولانا جلال الدین صاحب بحیرہ پراچگان (۳ خریدار) جناب مولانا صاحبزادہ نورانی صاحب جہاد شریف (ایک خریدار) جناب مولانا شفیع اللہ صاحب مدرس حقانیہ (ایک خریدار) جناب عبدالمنان صاحب اسلامی کتب خانہ نوشہرہ (ایک خریدار) جناب قادری عبدالغفار صاحب درہ آدم خیل کوٹ (۱ خریدار) جناب قاضی انوار الدین صاحب دارالعلوم حقانیہ (۴ خریدار)